ڈاکٹر شاہد اشرف
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ اردو، ایف سی کالج، لاہور

عالمی تراجم اور پاکستانی معاشرت

ABSTRACT

Global Translations and Pakistani culture.

By Dr. Shahid Ashraf, Assistant Professor, Department of Urdu, F. C. College, Lahore.

Pakistan is a country with special culture, social and religious traditions. The ideology of Pakistan can not be ignored in the context of the establishment of Pakistan. This aspect is alsways considered in social evaluation. However, translation from different languages have paved the way of intellectual expansion and mental evaluation. Regardless of Arabic and Persian language translations, the translation of Western and Eastern literature including Europe, America, Russia, Japanese, Chinese, Saarc countries have introduced regard of the new colours of life. These translations can be brought under discussions by two statuses. First: People's intellectual, theoretical training and effort to determined direction. Second: Developing literary tastes to high creative writing. This article examined the impact on Pakistani Society of world literature from these two statuses. The scope of global translations is very broad some it is limited to global literary translations only.

بین الاقوامی سطح پر ترجمے کے ذریعے اقوامِ عالم نے ایک دوسرے سے رابطہ پیدا کیا ہے اور علمی ورثے کو دوسروں تک پہنچایا ہے۔ اس اعتبار سے ترجمے کے حوالے سے تین اہم نکات بیان کیے جا سکتے ہیں۔ مسلمانوں نے یونانی کتب کے تراجم کے لیے با قاعدہ ادارہ قائم کیا اور خطیر وسائل خرچ کیے۔ اس طرح یونانی علمی ورثے کی عربی میں منتقلی ہوئی۔ انگلستان میں فرانسیسی کتب کے ترجمے کے نتیجے میں علمی سطح پر انقلاب برپا ہوا اور برطانوی ترقی کا در وا ہوا۔ ایرانی انقلاب کے بعد فارسی کو سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا اور ایران میں دُنیا کی تمام زبانوں میں اہم کتابوں کے تراجم کی راہ ہموار ہوئی۔ ہر سال بڑی تعداد میں ایرانی پی ایچ۔ ڈی طلبا کی تعداد ان کی علمی ترقی کی مرہونِ منت ہے۔

اُردو میں تراجم کی با قاعدہ اور باضابطہ روایت فورٹ ولیم کالج کی مرہونِ منت ہے۔ بعد میں جامعہ عثمانیہ میں دارالترجمہ کے قیام سے اُردو ادب ثروت مند ہوا۔ قیامِ پاکستان کے بعد انفرادی سطح پر تراجم کا آغاز ہوا۔ مختلف اشاعتی اداروں کے ذریعے سے عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، روسی اور جرمنی سمیت کئی زبان کا تخلیقی سرمایہ اُردو میں منتقل ہونے

لگا۔

پاکستان خاص طرزِ معاشرت کی بنا پر ہمیشہ زیرِ بحث رہا ہے۔ اس کی ثقافتی، سماجی، مذہبی اور اخلاقی اقدار کے تناظر میں عالمی تراجم کے اثرات کا جائزہ خاصا پیچیدہ عمل ہے۔ پاکستان ثقافتی سطح پر کئی اکائیوں میں بٹا ہوا ہے اور یہ اکائیاں مل کر ایک کل کی حیثیت اختیار کرتی ہیں۔ ہر ادب کسی ثقافتی بیانیے کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ یوں ترجمہ کے ذریعے وہ ثقافتی بیانیہ سورس لینگویج میں مستقل ہو جاتا ہے۔ یورپ اور امریکی ادب کو خاص، مغربی ثقافتی بیانے میں رکھ کر دیکھا جائے تو انگریزی اثرات کے تناظر میں موافق صورتِ حال نظر آتی ہے۔ استعماری قوت ہمیشہ محکوم اقوام پر اپنے کلچر، زبان اور اقدار کو مسلط کرتی ہیں۔ مگر زبان مسلط کرنے کے نتیجے میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ موجود علمی سرمایہ محکوم اقوام تک پہنچ جاتا ہے اور یوں علمی سطح پر محکوم عوام میں ذہنی انقلاب پیدا ہوتا ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد مغربی کے ثقافتی بیانیے میں تغیر آیا ہے اور اس کے اثرات غیر یورپی ممالک تک محسوس ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستانی ادیب اور قاری دونوں مغرب سے مرعوب ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ شعری اصناف یعنی آزاد نظم، نثری نظم، سونیٹ سمیت نثری اصناف مضمون، افسانہ، ناول، رپورتاژ، سفرنامہ وغیرہ کی انگریزی سے اُردو ادب میں منتقلی قرار دی جا سکتی ہے۔ غیر ملکی صنف اپنے ساتھ نہ صرف فکری، ہیئتی، تکنیکی اوصاف بھی لاتی ہے بلکہ ہم مستعار پیرایہ اظہار میں اپنی تخلیقات کا جائزہ بھی لیتے ہیں۔ یوں تنقیدی نظام وضع پاتا ہے جو دراصل غیر ملکی صنف کے تنقیدی نظام کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ فکری سطح پر صنف کے اثرات عام قاری تک پہنچتے ہیں اور اُسے سوچنے کے لیے نئے زاویے میسر آتے ہیں۔ زندگی کا نیا پن ہر کسی کو پُرکشش لگتا ہے۔ اس اعتبار سے داخلی و خارجی سطح پر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ پاکستان میں تراجم کے ذریعے معاشرتی تناظر میں غیر محسوس تبدیلی کا رجحان عام نظر آتا ہے۔ اگر آپ اُردو شعری و نثری اصناف پڑھیں تو ان کی ترتیب و تزئین میں مغربی عنصر نمایاں ہے۔ مجموعی طور پر یورپی ثقافت سے پوری دنیا متاثر ہو رہی ہے اور پاکستانی معاشرت پر اس کے اثرات غیر معمولی تصور نہیں کیے جا سکتے ہیں:

> ''اس سے دنیا کے مختلف علاقوں، زبانوں، ثقافتوں کے درمیان اجنبیت Alienation کا عنصر ختم ہو سکتا ہے۔ جزیرائی Islandish انسانوں، معاشروں، ثقافتوں کا تصور عالمی معیار کا ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس زبانوں، عوام، ثقافتوں اور علاقوں کی سوچ اور فکر کے انداز کے اختلاف کے باوجود اُسے مماثلت اور قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔''(۱)

پاکستان ایک مذہبی مُلک گردانا جاتا ہے۔ اگرچہ قیامِ پاکستان سے لمحۂ موجود تک کوئی مذہبی جماعت بلاشرکت غیرے اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی ہے لیکن مذہبی، جماعتوں کے اثرات و عوامل کو کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا

ہے۔ جب مترجم ادب پارے کا ترجمہ کرنا ہے تو اُس کے پیشِ نظر صرف ادب کی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقلی ہوتی ہے۔ یہ الگ بات کہ دریافت یا بازیافت کی کیا صورت بنتی ہے۔ ترجمہ اپنے ساتھ مذہبی اصطلاحات، عقاید اور رسومات لاتا ہے۔ علمی سطح پر یہ خوش آئند تصور ہے لیکن غیر محسوس انداز میں عملی زندگی میں ان عقاید اور رسومات کا اظہار بھی ملتا ہے۔ وسیع خیالات، سائنسی رجحانات اور انفرادی ترجیحات سمیت کئی عوامل سے تربیت بھی ہوتی ہے:

> ''ترجمہ عملی سطح پر دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے درمیان پُل بنانے کا کام کرتا ہے اور متن اور اُس کی تمام اسلوبی خصوصیات اور تہذیبی بو باس کے ساتھ کسی دوسری زبان میں منتقل ہو جانا ہی ترجمے کا اصل گُن ہے۔ ترجمے کے اس پل کے ذریعے علوم، خیالات اور تصورات ایک تہذیب سے دوسری تہذیب کی طرف اور ایک ملک سے دوسرے ملک آتے جاتے ہیں۔''(۲)

ہمارے ذہنی ارتکاز اور مخصوص تصورات کو ترجمے کی ضرب سے توڑنے میں مدد ملی ہے۔ فرسودہ رسومات، تنگ نظریات اور نفسیاتی معاملات کے خاتمے میں ترجمہ کئی سطحوں پر کارفرما نظر آتا ہے۔ ترجمے کے سماجی اثرات از حد دیرپا واقع ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اصناف ادب کے تناظر میں فکری سطح پر یورپی ادیب زیادہ علمی سرمائے اور فکری رفعت کے حامل ہیں۔ یوں اُن سے متاثر ہونا خارج از بعید امر نہیں ہے۔ یورپ کا ادیب اپنے ادب پاروں میں زندگی کا سیکولر نقشہ دکھاتا ہے اور اس نقشے میں تمام مقامات خاص توازن میں نظر آتے ہیں۔ مذہب سے ماورا حقائق و مسائل کی بدولت عقلی بنیادوں پر زندگی کا جائزہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ان ادبی تراجم نے ہمیں عقلی بنیادوں پر زندگی کو جاننے میں مدد دی ہے:

> ''علم و ادب زندگی کا ترجمان ہوتا ہے۔ ادب انسانِ ذات کی تہذیب و ثقافت کی علامت اور ضمانت رہا ہے اور ادب کا مقصد بھی یہی ہے۔ انسان ہمیشہ ادب سے متاثر ہوتا رہا ہے تاکہ متاثر ہونے کے بعد وہ اپنی زندگی خوب سے خوب تر گزارنے کی صلاحیتوں میں اضافہ کرتا چلا جائے۔''(۳)

اخلاقی سطح پر تراجم کے اثرات کا جائزہ کئی مسائل پیدا کرتا ہے۔ ہر خطے کی اخلاقیات جُدا ہوتی ہیں اور ان اخلاقات کا دائرہ کار سماج کو متاثر کرتا ہے۔ مغرب کی اخلاقیات میں آزاد روی، جنسی آزادی اور ابلاغ کی آزادی ہمارے معاشرے سے مطابقت نہیں رکھتی ہے۔ ترجمے کی اخلاقیات نہیں ہوتی ہیں۔ مترجم از خود کسی خود ساختہ قدغن کو قبول کرنا چاہے تو یہ الگ بات ہے۔ البتہ ہمارے مترجمین نے ترجمے میں کئی سطحوں پر معاشرتی اقدار اور مذہبی نفسیات کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ہمارا عمومی رویہ تضاد سے عبارت ہے۔ ہم ذاتی اخلاقیات میں جُدا اور اجتماعی اخلاقیات میں بُعد رکھتے ہیں۔

کوئی شک نہیں ترجمے نے ہماری اخلاقیات کو متاثر کیا ہے اور روشن خیالی کا ذریعہ بھی بنا ہے اس نے نئے زاویے

سے زندگی کو دیکھنے کا ہُنر عطا کیا ہے:

''اگر کسی معاشرے کی تہذیبی بنیادیں مضبوط ہوں تو وہ باہر سے آنے والے اثرات کا تجزیہ کر کے ان کو اپنی تہذیبی اوضاع کے معیار پر پرکھ کر رد یا قبول کر سکتا ہے۔ صرف خطرے کا اعلان کر کے ان اثرات کے نفوذ سے بچا نہیں جا سکتا۔ یہ ضرور ہے کہ باہر سے آنے والے افکار کا تجزیہ ہوتا رہنا چاہیے مگر ان کے لیے جس عملی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان سے آنکھیں چُرا کر سطحی الزام تراشی میں عافیت تلاش کی جاتی ہے۔''(۴)

۱۹۳۶ء انجمن ترقی پسند مصنّفین کے قیام نے اُردو ادب کو نئی جہت عطا کی۔ انجمن کے قیام کا بنیادی بائیں بازو کے ادبا کو پلیٹ فارم مہیا کر کے عوامی سطح پر فکری انقلاب کی راہ ہموار کرنا تھا۔ اس کے اثرات دہائیوں بعد بھی موجود ہیں اور نئے ادبا کے فکری رجحان میں واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ کثیر تعداد میں کتب کی اشاعت اور تراجم نے ہمارے ادبا کو متاثر کیا ہے۔ سوویت یونین کے دور میں سرکاری سرپرستی میں دو اشاعتی گھر قائم کیے گئے ہیں جن میں صرف اُردو میں کتب شائع ہوتی تھیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق روسی ادب کے تراجم کی سب سے زیادہ کُتب اُردو میں شائع ہوئی ہیں۔ رُوسی افسانوں اور ناولوں نے برصغیر کے ادب بعد ازاں پاکستانی نوجوانوں کو از حد متاثر کیا ہے۔ بائیں بازو کے حامل ان رجحانات پر تراجم کے اثرات کی الگ اور جُدا تحقیق کی جا سکتی ہے۔ میکسم گورکی، چیخوف سمیت کئی ادبا کی تخلیقات نے سُرخ انقلاب کی جدوجہد کو مہمیز کیا ہے۔ گورکی کے ناول ''ماں'' کا مرکزی کردار 'پاویل' بائیں بازو کے نوجوانوں کا محمد بن قاسم قرار دیا جا سکتا ہے۔ کئی لوگوں نے اپنے نام کے ساتھ 'پاویل' کا لاحقہ لگا کر اپنائیت کا ثبوت دیا ہے۔ ادبی محاذ پر سرگرمِ عمل نوجوانوں کی ایک بڑی کھیپ روسی ادبی تراجم سے متاثر نظر آتی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ معاشی ناہمواری بھی ہے۔ قیامِ پاکستان سے لمحۂ موجود تک معاشی پالیسیوں میں عوامی ترجیحات کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

مذہبی لٹریچر کے تراجم کی روایت بھی خاصی مستحکم ہے اور اُردو میں سب سے زیادہ سرمایہ عربی زبان سے حاصل ہوا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں:

''اُردو میں سب سے بڑا سرمایہ عربی کے تراجم کا ہے۔ تفسیر و احادیث کے علاوہ سفرنامہ ابنِ بطوطہ، ابن جبیر، ابنِ خلدون، تاریخ طبری، ابن اثیر، فصوص الحکم، حکمت الاشراق، الملل والنحل، قانون شیخ الرئیس، اخوان الصفا، غزالی و رازی کے ساتھ تقریباً ہر بنیادی کتاب کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔''(۵)

صوفیا کے ملفوظات، احوال اور ارشادات پر مبنی کتب کے تراجم سے فکری سطح پر لوگوں میں تصوف کے رجحان کو عام

کرنے میں مدد ملی ہے۔ پاکستان میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد درگاہوں اور مزاروں سے عقیدت رکھتی ہے۔صوفیانہ طرزِ فکر کی ترویج میں عربی و فارسی کتب سے اُردو ترجمہ کے ذریعے گہرے اثرات دیکھنے میں آئے ہیں ۔قرآنِ پاک کے اُردو میں سیکڑوں تراجم ہوئے ہیں اور ان تراجم میں فروعی اختلاف کی بنا پر مختلف مکتبۂ فکر نے اپنی تعبیر وتشریح کے ذریعے دین کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

ترجمے کے حوالے سے ایک اہم بات مزاحمتی تحریکوں خصوصاً ویت نام ،فلسطین اور افغانستان کے ادبا وشعرا کی تخلیقات کی خصوصی نوعیت ہے۔ ویت نام میں امریکا کے خلاف جاری مزاحمت کے نتیجے میں ویت نامی شاعر ہوچی منہ کا چرچا آج بھی موجود ہے ۔ فلسطینی شعراء نزار قبانی، محمود درویش، سمیع القاسم نے اسرائیل کے خلاف بھرپور مزاحمتی نظمیں لکھی ہیں۔ افغانستان میں طویل عرصے سے ناپائیدار سیاسی حالات سے افغانی شعرا مصطفیٰ سالک ، مطیع اللہ تراب، نبیلہ وفا، شفیقہ خیلواک نے ہمیں نئی جہتوں سے متعارف کرایا ہے۔ ان مزاحمتی ادبی تخلیقات کے اثرات پاکستانی عوام تک پہنچے ہیں اور اُنھوں نے اس کے تناظر میں پاکستانی سیاسی حالات کا تجزیہ کیا ہے۔ ادبی حلقوں میں ان ممالک کے سیاسی حالات ہمیشہ زیرِ بحث رہے ہیں۔ اسی طرح الجزائر اور ایران میں سامراج کے خلاف شعرا و ادبا کی جدوجہد بھی اُردو ترجمے کی زینت بنی ہے۔

عالمی ادب نے مجموعی طور پر اُردو ادب کو حد درجہ متاثر کیا ہے اور اس کے اثرات دیرپا ہیں۔ پاکستان کے سیاسی حالات جمہوریت اور مارشل لا کی آنکھ مچولی کا شکار ہونے کے نتیجے میں عالمی مزاحمتی ادب کو ہمیشہ پذیرائی حاصل رہی ہے۔ کوئی شک نہیں ہے کہ اس متاثر کن صورتِ حال نے حکومتوں کے خلاف جدوجہد کو مہمیز بھی دی ہے۔ پاکستان میں کئی نظریاتی اور سیاسی ادبی محاذ سرگرمِ عمل ہیں اور اپنے ذہنی رجحان کے مطابق عالمی ادب سے استفادہ کر کے پاکستانی عوام کے شعور کو بیدار کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے ہمارا ادب، معاشرہ اور قاری بجا طور پر علمی وفکری سطح پر نئی جہتوں سے متعارف ہوا ہے۔

حواشی

(۱) خالد محمود خان، فنِ ترجمہ نگاری، (لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۴ء) ص۱۷۹

(۲) ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، مغرب سے نثری تراجم، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء) ص۱۶

(۳) ڈاکٹر غلام جی الانا، ادب میں تراجم کی اہمیت، مشمولہ اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مرتب: اعجاز راہی، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء) ص۲۱

(۴) سہیل احمد خاں، ادبی ترجمے کے مسائل، مشمولہ فنِ ترجمہ کاری، مرتب: صفدر رشید، (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۵ء) ص۲۳۹

(۵) ڈاکٹر عبدالحق، مذہبی تصانیف کے اُردو تراجم، مشمولہ ترجمہ کا فن اور روایت، مرتب: ڈاکٹر قمر رئیس، (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۶ء)، ص ۱۶۲

ماخذ:

(۱) الانا، غلام جی، ڈاکٹر، ادب میں تراجم کی اہمیت، مشمولہ اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مرتب: اعجاز راہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء

(۲) حامد بیگ، مرزا، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء

(۳) خان، خالد محمود، فنِ ترجمہ نگاری، لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۴ء

(۴) خاں، سہیل احمد، ادبی ترجمے کے مسائل، مشمولہ فنِ ترجمہ کاری، مرتب: صفدر رشید، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۵ء

(۵) عبدالحق، ڈاکٹر، مذہبی تصانیف کے اُردو تراجم، مشمولہ ترجمہ کا فن اور روایت، مرتب: ڈاکٹر قمر رئیس، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۶ء